زندگی کی آخری تصویریں

دکتور محمد عبد الرحمن العریفی

دار السلام
DARUSSALAM

زندگی کی آخری تصویریں

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون: 00966 1 4043432-4033962 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com
Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الریاض • علیا فون: 00966 1 4614483 فیکس: 4644945 • الملز فون: 00966 1 4735220 فیکس: 4735221
• سویدی فون: 00966 1 4286641 • سویلم فون/فیکس: 00966 1 2860422

جدہ فون: 00966 2 6879254 فیکس: 6336270 مدینہ منورہ فون: 00966 4 8234446,8230038 فیکس: 04 8151121
الخبر فون: 00966 3 8692900 فیکس: 00966 3 8691551 خمیس مشیط فون/فیکس: 00966 7 2207055
ینبع البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 قصیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 00966 6 3696124

امریکہ • نیویارک فون: 001 718 625 5925 • ہیوسٹن: 001 713 722 0419 کینیڈا • نصیر الدین الخطاب فون: 001 416 4186619
لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون: 0044 20 77252246-0044 20 85394885 • سمال ہیتھ فیکس: 0044 0121 7739309
متحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 00971 6 5632623 فیکس: 5632624 فرانس فون: 0033 01 480 52928 فیکس: 0033 01 488 52997
انڈیا • دارالسلام ایڈیٹرز فون: 0091 44 45566249 موبائل: 0091 98841 12041 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 0091 22 2373 4180
• ابن کثیر اسلامک بک ہاؤس فون: 0091 40 2451 4892 موبائل: 0091 98493 30850 • اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن فون: 0091 44 42157847
سری لنکا • دار الکتاب فون: 0094 115 358712 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 0094 114 2669197

پاکستان ہیڈ آفس و مرکزی شوروم

لاہور 36۔لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ لاہور فون: 0092 42 373 240 34,372 400 24,372 32 4 00 فیکس: 042 373 540 72
• غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 0092 42 371 200 54 فیکس: 042 373 207 03
• Y بلاک، کمرشل مارکیٹ، دکان 2، ڈی ایچ اے فیز 3، لاہور فون: 0092 42 356 926 10

کراچی مین طارق روڈ، ادارہ امیر ہال سے ایک سیدھا ہاتھ کی طرف دوسری گلی کراچی فون: 0092 21 343 939 36 فیکس: 0092 21 343 939 37

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 0092 51 22 815 13
info@darussalampk.com | www.darussalampk.com

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
العريفي، محمد عبدالرحمن
رحلة إلى السماء. / محمد عبدالرحمن العريفي - الرياض، ١٤٣٣ هـ
ص: ٦٤ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٥٠٠-١٠٢-١
(اللغة الأردية)
١. الوعظ والإرشاد أ. العنوان
ديوي ٢١٣ ١٤٣٣/٣٥٨٩

رقم الإيداع: ١٤٣٣/٣٥٨٩
ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٥٠٠-١٠٢-١

نزع کی آخری ہچکی ہے ذرا غور سے سن
زندگی بھر کا خلاصہ اسی آواز میں ہے

زندگی کی آخری تصویریں

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن العریفی
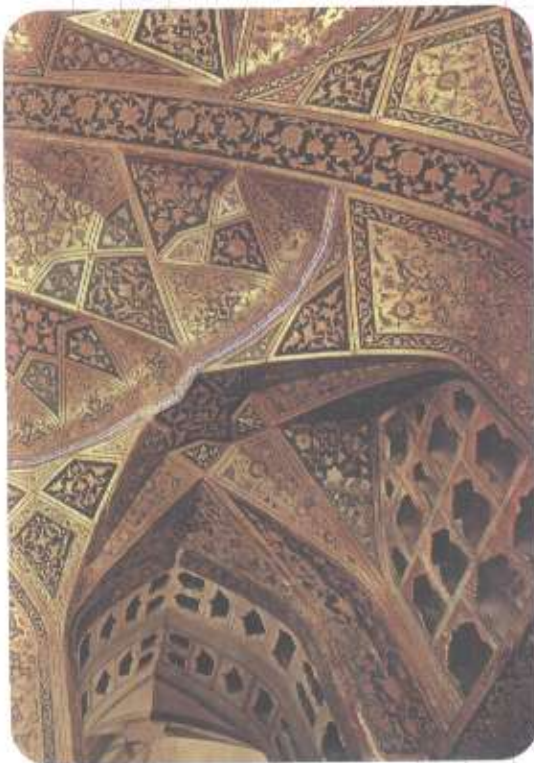
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

مضامین

عرضِ ناشر

قرآن کا انسانِ مطلوب ایمان سے بھرپور زندگی گزارتا اور ایمان ہی کی حالت میں موت کا سامنا کرنا چاہتا ہے۔ نزع کی آخری ہچکی زندگی بھر کا خلاصہ ہوتی ہے۔ زندگی کی اس نازک گھڑی میں آدمی کا لاشعور پوری طرح بیدار ہوتا ہے۔ آدمی زندگی بھر نیکی اور اچھائی کی راہ پر چلتا رہا ہو اور ایمان و عمل سے بہرہ ور رہا ہو تو نزع کے عالم میں اس کی زبان سے اچھی ہی بات نکلتی ہے۔ اللہ کا ذکر اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ انسانی زندگی کی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کوئی نہیں۔

جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں انسانی زندگی کی چند آخری تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ تصویریں تو دل خوش کن ہیں جبکہ بعض بڑی اندوہناک اور لرزہ خیز ہیں۔ یہ دنیا سے رخصت ہوتے انسانوں کی الوداعی باتیں ہیں۔ یہ تصویریں ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن عریفی نے مہیا کی ہیں جو عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سرگرم مبلغ بھی ہیں۔ ان کا تعلق سعودی عرب کے دارالحکومت الریاض سے ہے۔

کتاب کا اردو ترجمہ دارالسلام ریسرچ سنٹر میں تیار کیا گیا ہے۔ احمد کامران دہلوی

نے ترجمے کو ایڈٹ کیا۔ حافظ قمر حسن، حافظ محمد ندیم اور مولانا عبدالرحمن نے پروف خوانی اور تخریج کے فرائض انجام دیے۔ کمپوزنگ کی ذمہ داری ابو مصعب اوران کے رفقاء نے نبھائی۔ آرٹ ڈائریکٹر زاہد سلیم چوہدری اور معاونین ہارون الرشید اور محمد نعیم نے کتاب کو ڈیزائننگ کی مرصع کاری سے آراستہ کیا۔ ان سب حضرات کا شکریہ۔

میں دارالسلام، لاہور کے مدیر حافظ عبدالعظیم اسد کا ممنونِ احسان ہوں جن کی سرپرستی میں یہ سبق آموز کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

دارالسلام، لاہور، الریاض

اندھیرے کا ساتھی

میرا ایک دوست تھا۔ وہ بہت نیک آدمی تھا۔ کبھی کبھار بیماروں کو شرعی دم کرتا تھا۔ اس نے مجھے اپنا قصہ سنایا۔ اس نے بتایا کہ ایک دن میرے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف ایک بہت بڑے تاجر کا بیٹا بات کر رہا تھا۔

میں نے کہا: ''فرمائیے کیا بات ہے؟'' وہ کہنے لگا: ''مولانا! میرے والد بیمار ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ میرے والد صاحب کو دیکھ لیں اور انھیں دم کر دیں۔''

میں ان کے ہاں گیا۔ ان کا گھر ایک شاندار محل تھا۔ در و دیوار نہایت حسین نقش و نگار سے آراستہ تھے اور زندگی کی تمام نعمتیں ان کے پاس بڑی بہتات کے ساتھ موجود تھیں۔

اس کے بچوں نے میرا پرتپاک استقبال کیا اور مجھے خوش آمدید کہا۔ خوشحالی اور آسودگی کے آثار ان کے چہروں سے عیاں تھے۔

میں نے پوچھا: ''آپ کے والد صاحب کس عارضے میں مبتلا ہیں؟''

ان میں سے ایک لڑکے نے بتایا کہ ان کا جگر بڑھ گیا ہے اور کچھ دن پہلے

ہمیں بتایا گیا کہ انھیں بلڈ کینسر ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ ان کی طبی رپورٹیں تشویشناک ہیں اور اب یہ اس دنیا میں چند روز کے مہمان ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔''

میں ان کے ساتھ ان کے والد کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ اسی دوران میں ایک لڑکے نے میرے قریب ہو کر کہا: ''معاف کیجیے۔ ہم آپ کو یہ بتانا بھول گئے کہ ہمارے والد اپنے مرض کی حقیقت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ وہ جب بھی اپنی بیماری کی نوعیت پوچھتے ہیں ہم ڈر کے مارے گول مول بات کر دیتے ہیں کہ مبادا ان کا غم بڑھ جائے اور ان کی بیماری مزید شدت اختیار کر جائے۔ ہم نے والد صاحب کو بس یہی بتایا ہے کہ آپ کے پیٹ میں ورم ہو گیا ہے اور امید ہے کہ جلد زائل ہو جائے گا۔''

میں نے دیکھا کہ اُن کے والد کا کمرہ نہایت دلکش نقش و نگار سے مرصع ہے۔ ایک شخص آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا ہے۔ عمر پچاس سال سے کچھ زیادہ ہے۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ناز و نعمت کی گود میں پلا ہے۔ ہر چند بیمار ہے لیکن بدن مناسب حد تک فربہ ہے۔

میں نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور سرہانے بیٹھ گیا۔ لڑکے اردگرد بیٹھ گئے۔ وہ آدمی کچھ دیر بعد اپنے بیٹوں کی طرف متوجہ ہوا اور انھیں کمرے سے چلے جانے کا حکم دیا۔ وہ کمرے سے نکلے اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ میں اور مریض تنہا رہ گئے۔ اس نے سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر خاموش

رہا، پھر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور بہت رویا۔

میری طرف متوجہ ہوا۔ آنسو بدستور ٹپک رہے تھے۔ بولا: ''مولانا! دیکھ رہے ہیں کہ میرا کیا حال ہے؟ یہ دنیا کا مال و متاع ہے جسے میں تیس سال سے سمیٹ رہا ہوں۔ دنیا کے عشق میں اتنا پاگل ہوگیا تھا کہ نماز اور تلاوت قرآن سے بھی غافل ہوگیا۔ جب بھی کسی نے نصیحت کی کہ اللہ کے بندے! اپنی آخرت کی بھی فکر کر، نماز باجماعت ادا کیا کر، روزے رکھا کر، اولاد کی تربیت کر اور قرآن کریم کی تلاوت کی طرف دھیان کر تو میں نے اسے یہی جواب دیا کہ بہت سا مال جمع کرلوں۔ جب ساٹھ سال کا ہوجاؤں گا تو نفس کی اصلاح پر توجہ دوں گا اور باقی کاموں سے سبکدوش ہوجاؤں گا۔ اپنے کام دوسروں کے سپرد کردوں گا اور جو مال جمع کیا ہے بقیہ زندگی اسے خرچ کرنے میں اور عبادت کرنے میں گزار دوں گا۔ اور اب جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں مجھے اچانک بیماری لاحق ہوگئی ہے۔ بیماری کی شدت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔'' پھر وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

میں نے کہا: ''نیکی کی خوشخبری قبول فرمایئے۔ آپ جلد ہی شفا پاجائیں گے اور جس طرح آپ چاہتے ہیں، اللہ کی عبادت بھی کرنے لگیں گے، یہاں تک کہ آپ کو موت کا بلاوا آجائے گا۔ موت ایک اٹل سانحہ ہے۔ عنقریب ہم سب کو مرنا ہے۔ آپ کا مال مرنے کے بعد آپ کو فائدہ دے گا۔ آپ کی اولاد آپ کو ہرگز نہیں بھولے گی۔ وہ آپ کے نام سے مساجد تعمیر کرائے گی، یتیموں کی کفالت کرے گی، آپ کی طرف سے صدقہ کرے گی اور آپ کے لیے دعا کرے گی۔''

یہ سن کر وہ زور سے چیخا: ''بس کیجیے، بس کیجیے۔'' وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا اور طنز کرتے ہوئے کہا: ''ہونہہ! تیری اولاد تیری طرف سے صدقہ کرے گی اور مسجدیں تعمیر کرائے گی۔''

پھر مجھ سے مخاطب ہوا: ''آپ ان پلیدوں کو نہیں جانتے۔''

میں نے کہا: ''کیوں؟''

کہنے لگا: ''یہ میری اولاد ہے۔ میرے لیے بڑی محبت وعقیدت کا اظہار کرتی ہے۔ یہ سب کل رات میرے پاس خاصی دیر بیٹھے رہے۔ میں چاہتا تھا کہ یہ لوگ اب چلے جائیں، چنانچہ میں نے ان پر ظاہر کیا کہ سو گیا ہوں۔ اپنی آنکھیں میچ لیں اور خراٹے لینے لگا۔ انھوں نے گمان کیا کہ میں واقعی سو گیا ہوں۔ چند ہی منٹ گزرے تھے کہ وہ میرے مال ومتاع اور جائیداد کے بارے میں باتیں کرنے اور حساب لگانے لگے کہ وراثت سے کس کو کتنا حصہ ملے گا۔ یہ سب کے سب وراثت کی تقسیم کے علم سے بالکل کورے ہیں۔ آپس میں جھگڑنے لگے۔ ان کی آوازیں بلند سے بلند تر ہوتی چلی گئیں، پھر وہ میری ایک بلڈنگ کے بارے میں جھگڑ پڑے۔ ہر ایک کی یہی تمنا تھی کہ مجھے وہاں ضرور حصہ ملے۔''

پھر وہ شخص سسکیاں بھرنے لگا۔ مجھے اس پر بڑا رحم آیا۔

میں اس کے گھر سے نکلا تو یہ آیت مقدسہ میری زبان پر تھی:

﴿مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ○ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ○﴾

''میرے مال نے مجھے فائدہ نہیں پہنچایا اور مجھ سے میری سلطنت فنا ہوگئی۔''[1]

واقعی یہ شخص مرجائے گا تو لوگ اس کے گھر میں ضرور جمع ہوں گے مگر اس کا مال و دولت آپ میں بانٹنے کے لیے جمع ہوں گے۔ انھیں اس کے کام تقسیم کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔

آدمی مرجاتا ہے تو اس کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں: اہل وعیال، مال اور اعمال۔ اہل وعیال اور مال جو اس نے جمع کیا تھا، واپس آجاتے ہیں تاکہ ان سے دوسرے فائدہ اٹھائیں جبکہ باقی عمل ہی اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔ ہاں! بس عمل ہی باقی رہ جاتا ہے۔ عمل چاہے اچھا ہو یا برا! وہی قبر میں ساتھ جاتا ہے۔ رات کا قیام، صدقات و خیرات اور مساجد کی تعمیر یا پھر دین میں سستی، فلموں، ڈراموں اور جملہ لغویات کے لیے چینلوں کے پیچھے بھاگنا اور فاسق و فاجر لوگوں کی محفلوں میں بیٹھنا۔ غرضکہ بھلا یا برا جو بھی عمل ہوتا ہے قبر کے اندھیرے میں انسان کے ساتھ جاتا ہے۔ قبر میں روشنی کے لیے ایمان اور عمل صالح کو اپنا ساتھی بنانا چاہیے۔

﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝﴾

''اور تمھارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''[2]

﴿مَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝﴾

''جو ہدایت کی راہ چلتا ہے، یقیناً وہ اپنے ہی لیے ہدایت کی راہ چلتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی اوپر وبال لاتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک کوئی رسول نہ بھیجیں۔''[3]

---

[1] الحآقۃ 69:28،29. [2] الکہف 18:49. [3] بنی إسرآءیل 17:15.

جنتی کی غذا

ایک روز رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام کے ساتھ نکلے۔ مدینہ سے باہر پہنچے۔ ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ آپ نے اسے غور سے دیکھا اور صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''یوں لگتا ہے یہ سوار ہماری طرف آرہا ہے۔''

تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ اپنے اونٹ پر کشاں کشاں ان کے پاس آ کھڑا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ''تم کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو؟'' وہ آدمی راستے کی شدت اور تکلیف کا ذکر کر کے رونے لگا۔ کہنے لگا: ''میں اپنے اہل و عیال اور رشتے داروں کے ہاں سے آیا ہوں۔'' نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: ''اب کہاں کا ارادہ ہے؟'' وہ بولا: ''رسول اللہ (ﷺ) سے ملنے کا ارادہ ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تم نے مجھے پا لیا ہے۔'' اس آدمی کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ وہ کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیے ایمان کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا:

''تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز

قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔''

اس نے کہا: ''میں نے یہ اقرار کرلیا۔''

اس نے ابھی بات پوری نہیں کی تھی کہ سواری کی باگ موڑی اور اونٹ نے آگے قدم بڑھا دیے۔ آگے ایک چوہے کا بل تھا۔ اچانک اونٹ کا پاؤں اس بل میں دھنس گیا اور اونٹ گر پڑا۔ اونٹ کے گرتے ہی وہ شخص بھی سر کے بل گرا۔ اس کے سر پر شدید ضرب لگی۔ وہ کانپنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے فوت ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔'' عمار بن یاسر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما اس کی طرف لپکے، اسے بٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ بیٹھ نہ سکا۔ اسے حرکت دی لیکن اب وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو چکا تھا۔ حذیفہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! یہ آدمی مر چکا ہے۔''

نبی کریم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے، پھر کچھ دیر بعد اپنا رخ مبارک پھیر لیا اور حذیفہ اور عمار بن یاسر کو مخاطب کر کے فرمایا: ''کیا تم دونوں نے اس شخص کی طرف سے مجھے دوسری طرف منہ پھیرتے نہیں دیکھا؟ میں نے دو فرشتوں کو دیکھا، وہ اس کے منہ میں جنت کے پھل ڈال رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ آدمی بھوک کی حالت میں فوت ہوا ہے۔'' [1]

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ ﴾

''ہر کوئی جو اس (زمین) پر ہے، فانی ہے۔ اور باقی رہے گا تیرے رب کا

جلال اور عزت والا چہرہ۔" [2]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں، اگر مرنے والا نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔ اگر مرنے والا نیک نہیں ہوتا تو وہ اپنی میت اٹھانے والوں سے کہتا ہے: "ہائے بربادی! مجھے کہاں لیے جاتے ہو؟ اس کی یہ فریاد انسان کے سوا ساری مخلوق سنتی ہے۔ اگر اسے انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔" [3]

[1] مسند أحمد: 4/ 359، والمعجم الكبير للطبراني: 2/ 319، حديث: 2329، ومجمع الزوائد: 1/41، وحلية الأولياء: 4/225. [2] الرحمٰن 55:26،27. [3] صحيح البخاري، حديث: 1314.

بستر مرگ پر

ہائے میں نے نماز نہیں پڑھی

ابن قیم ﷫ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کی موت آگئی۔ وہ ایک دم رونے لگا۔ آس پاس کے لوگ گھبرا گئے اور اسے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنے لگے۔

جب اس کی روح نکلنی شروع ہوئی تو وہ زور سے چیخا اور بولا: ''میں لا الہ الا اللہ کہتا ہوں مگر لا الہ الا اللہ مجھے کیا فائدہ دے گا؟ جب سے بالغ ہوا ہوں میں نے کوئی نماز نہیں پڑھی۔'' پھر اسے زندگی کی آخری ہچکیاں آئیں اور وہ فوت ہوگیا۔

میں نے چار ہزار مرتبہ قرآن مجید پڑھا ہے

عابد و زاہد عبداللہ بن ادریس ﷫ پر جب نزع کا عالم طاری ہوا تو ان کی بے چینی بڑھ گئی اور سانس اکھڑنے لگا۔ ان کی بیٹی رونے لگی۔ انھوں نے فرمایا: ''اے میری پیاری بیٹی! آنسو نہ بہاؤ۔ میں نے اس گھر میں بلاناغہ مسلسل تلاوت کی اور چار ہزار دفعہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔''[1]

سر ہو ترے قدموں پر اور جان نکل جائے

عامر بن عبداللہ بن زبیر ﷫ بستر مرگ پر پڑے زندگی کی آخری سانسیں گن رہے

تھے۔ اہل وعیال ان کے گرد کھڑے رو رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ موت انھیں پچھاڑ دیتی، انھوں نے مؤذن کی آواز سنی۔ وہ مغرب کی اذان دے رہا تھا۔ ادھر ان کا سانس گلے میں اٹکا تھا، نزع کی تکلیف بڑھتی جارہی تھی۔ انھوں نے آس پاس موجود افراد سے کہا: ''ذرا میرا ہاتھ پکڑو۔'' پوچھا گیا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' فرمایا: ''مسجد میں جاؤں گا۔'' لوگوں نے حیرت سے کہا: ''آپ اس حالت میں مسجد جائیں گے؟'' عامر بن عبداللہ کہنے لگے: ''سبحان اللہ! میں نے اذان کی آواز سن لی ہے۔ کیا میں اس کا جواب نہ دوں؟ میرا ہاتھ پکڑو اور مجھے مسجد لے چلو۔'' دو آدمی انھیں اٹھا کر مسجد لے گئے۔ ابھی انھوں نے نماز کی ایک ہی رکعت امام کے ساتھ ادا کی تھی کہ سجدے کی حالت میں وفات پا گئے۔[2]

سر ہو ترے قدموں پر اور جان نکل جائے

آخری تمنا

عطا بن سائب کہتے ہیں: ''ابوعبدالرحمٰن سلمی کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ ہم ان کے پاس گئے۔ مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ اچانک وہیں ان کا سانس اکھڑنے لگا۔ ہم ان کے بارے میں ڈرے۔ عرض کیا: ''اگر آپ

کو بستر پر منتقل کر دیا جائے تو وہ آپ کے لیے راحت کا باعث ہوگا۔ انھوں نے اکھڑے اکھڑے سانس کے باوجود اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگے کہ مجھ سے فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے، نماز ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔'' [3]

میری تمنا ہے کہ میری جان اسی حالت میں نکلے۔ [4]

جیسا کردار ویسا انجام

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے۔ انھوں نے اس کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''واجب ہوگئی۔''

پھر دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کا ذکر برائی سے کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی۔''

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا چیز واجب ہوگئی؟''

فرمایا: ''جس کی تم نے تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم

زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔‘‘ [5]

نماز جنازہ کی فضیلت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص جنازہ کے وقت حاضر ہوکر نماز جنازہ پڑھتا ہے اس کے لیے ایک قیراط کا ثواب ہے اور جو نماز جنازہ کے ساتھ تدفین کے وقت بھی حاضر رہتا ہے اس کے لیے دو قیراط کا ثواب ہے۔ عرض کیا گیا: ’’قیراط کا کیا مطلب ہے؟‘‘ آپ نے فرمایا: ’’دو بہت بڑے پہاڑوں جیسا۔‘‘ [6]
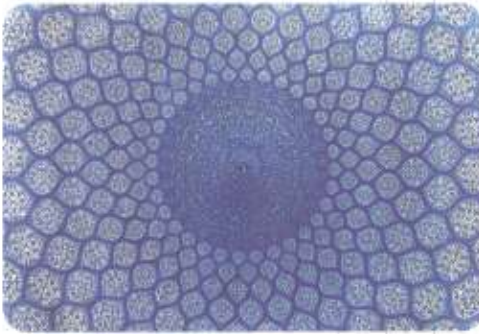
[1] تاریخ بغداد: 421/9، وسیر أعلام النبلاء: 44/9. [2] سیر أعلام النبلاء: 220/5. [3] صحیح مسلم، حدیث: 649 قبل الحدیث: 662. [4] تاریخ بغداد: 431/9، والطبقات الکبرٰی لابن سعد: 174/6. [5] صحیح البخاري، حدیث: 1367. [6] صحیح مسلم، حدیث: 945.

جزائے اعمال کا خواب

سمرہ بن جندب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف متوجہ ہو جاتے اور دریافت کرتے: ''کیا تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے؟'' کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو آپ کے سامنے بیان کر دیتا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق اُس کی تعبیر کر دیتے تھے۔ آپ نے ایک دن ہم سے پوچھا: ''کیا تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے؟'' ہم نے عرض کیا: ''جی نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''لیکن میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ انھوں نے جگایا اور کہا چلیے۔ میں ان کے ساتھ چل دیا۔ ایک آدمی لیٹا ہوا تھا۔ ہم اس کے پاس پہنچے۔ اس کے پاس ایک اور شخص پتھر لیے کھڑا تھا۔ وہ اس کے سر پر پتھر مارتا۔ سر پھٹ جاتا اور پتھر لڑھک کر دور جا پڑتا۔ وہ شخص پتھر کے پیچھے جاتا، اسے اٹھا لاتا۔ اتنے میں لیٹے ہوئے شخص کا سر پہلے کی طرح ٹھیک ہو جاتا۔ پتھر والا آدمی پھر پتھر مارتا اور وہی صورت پیش آتی جو پہلے پیش آئی تھی۔ میں نے کہا: ''سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟'' انھوں نے مجھ سے کہا: ''چلتے چلیے۔'' ہم آگے بڑھ گئے۔ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا تھا۔ ایک اور آدمی اس کے پاس لوہے کا آنکڑا لیے کھڑا تھا۔ وہ آنکڑے کو اس کی باچھ میں داخل کرتا اور اسے چیرتا ہوا گدی تک پہنچ

جاتا، پھر اس کے نتھنوں کو گدی تک اور آنکھوں کو بھی گدی تک چیرتا چلا جاتا، پھر وہ آنکڑا نکال لیتا اور اس کے منہ کی دوسری جانب داخل کر دیتا۔ دوسری جانب بھی وہ اسی طرح چیر پھاڑ کرتا۔ وہ ابھی دوسری طرف (کی چیر پھاڑ) سے فارغ بھی نہ ہوتا تھا کہ منہ کی پہلی جانب صحیح حالت پر لوٹ آتی۔ وہ دوبارہ اسی طرح کرتا جس طرح پہلی دفعہ کیا تھا۔ میں نے کہا: ''سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟'' انھوں نے مجھ سے کہا: ''چلتے چلیے۔'' ہم آگے چلے تو ایک مکان نظر آیا۔ وہ تنور کی طرح بنا ہوا تھا۔ اس کا بالائی حصہ کھلا تھا۔ اس میں شور و غل ہو رہا تھا۔ میں نے اس میں جھانک کر دیکھا۔ اس میں کچھ ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں۔ تنور کے نیچے آگ جلائی جاتی۔ آگ بھڑکتی تو وہ لوگ اس قدر اوپر آجاتے گویا باہر نکل آئیں گے۔ آگ ٹھنڈی پڑ جاتی تو وہ اس میں لوٹ جاتے۔

میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''آگے بڑھیے۔ آگے بڑھیے۔'' ہم آگے بڑھے اور خون کی طرح ایک سرخ نہر پر پہنچے۔ ایک آدمی نہر میں تیر رہا تھا۔ کنارے پر ایک اور شخص تھا۔ اس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ وہ آدمی جو

نہر میں تھا جتنی دیر تیرتا، تیرتا، پھر باہر کی طرف آتا اور جونہی باہر نکلنے کے قریب ہوتا کنارے والا اس کے سامنے آجاتا۔ نہر والا آدمی اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے والا اس کے منہ میں ایک ایک پتھر ڈالتا جاتا، پھر نہر والا آدمی واپس نہر میں چلا جاتا۔ بعد میں وہ پھر لوٹ آتا اور کنارے والے شخص کے پاس پہنچ کر پھر اپنا منہ کھول دیتا۔ وہ پہلے کی طرح اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے مجھ سے کہا: ''آگے چلیے۔ آگے چلیے۔''

ہم آگے چلے۔ ایک نہایت بدصورت آدمی کے پاس پہنچے۔ تم نے جتنے بھی بدصورت دیکھے ہوں گے، وہ ان سب سے زیادہ بدصورت تھا۔ اس کے پاس آگ تھی۔ یہ آگ وہی آدمی جلا رہا تھا اور خود ہی اس کے ارد گرد بھاگتا پھرتا تھا۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے مجھ سے کہا: ''آگے چلیے۔ آگے چلیے۔'' ہم آگے بڑھے۔ ایک باغ میں پہنچے۔ وہ ہرا بھرا تھا۔ اس میں موسم بہار کی کلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اس باغ کے بیچ میں ایک طویل القامت آدمی کھڑا تھا۔ وہ اتنے اونچے قد کا تھا کہ بلندی کی وجہ سے اس کا سر نظر نہیں آرہا تھا۔ اس شخص کے ارد گرد

بہت سے بچے تھے۔ اتنی مقدار میں اتنے خوبصورت بچے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ میں نے ان سے پوچھا: ''یہ آدمی کون ہے اور یہ بچے کون ہیں؟'' ان دونوں نے مجھ سے کہا: ''آگے چلیے۔ آگے چلیے۔''

ہم آگے بڑھے اور ایک بے تحاشا بڑے درخت تک جا پہنچے۔ میں نے اتنا بڑا اور اس قدر خوبصورت درخت پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے مجھ سے کہا: ''اس پر چڑھیے۔ ہم اس پر چڑھے۔ میں ایک ایسے شہر تک جا پہنچا جس کی تعمیر سونے اور چاندی کی اینٹوں سے ہوئی تھی۔ ہم شہر کے دروازے پر آئے۔ ہم نے اسے کھلوایا۔ وہ ہمارے لیے کھولا گیا۔ ہم شہر میں داخل ہوگئے۔ ہم اس میں ایسے لوگوں سے ملے جن کے جسم کا نصف حصہ تو نہایت خوبصورت تھا جبکہ باقی نصف حصہ بہت بدصورت تھا۔ ان دونوں نے ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ۔ اس سامنے والی نہر میں کود پڑو۔ سامنے ایک چھوٹی سی چوڑی نہر بہہ رہی تھی۔ اس کا پانی انتہائی سفید تھا۔ وہ لوگ گئے اور اس میں کود پڑے، پھر وہ ہمارے پاس لوٹ کر آئے تو ان کا عیب زائل ہو چکا تھا۔ اب وہ نہایت خوبصورت ہوگئے تھے۔

میں نے ان سے کہا کہ آج رات میں نے عجیب وغریب مناظر دیکھے ہیں۔ آخر یہ کیا چیزیں ہیں؟ ان دونوں نے مجھ سے کہا: ''ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ وہ پہلا شخص جس کے پاس آپ گئے تھے اور اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا، قرآن مجید سیکھتا ہے اور پھر اسے بالکل ترک کر دیتا اور فرض نماز چھوڑ کر سو رہتا ہے۔

دوسرا شخص جس کا جبڑا، ناک اور آنکھ گدی تک چیری جا رہی تھی وہ

ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا ہے اور جھوٹ گھڑتا ہے جو دنیا بھر میں پھیل جاتا ہے۔ وہ ننگے مرد اور عورتیں جو تنور جیسی عمارت میں تھے، زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں۔

وہ آدمی جو نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر ڈالے جاتے تھے، سود خور ہے۔ وہ شخص جو بہت بدصورت تھا، آگ بھڑکا رہا تھا اور اس کے ارد گرد چل پھر رہا تھا، وہ جہنم کا داروغہ 'مالک' ہے۔

اور وہ طویل القامت آدمی جسے آپ نے باغ میں دیکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان کے ارد گرد جو بچے تھے وہ فطرت (اسلام) پر فوت ہوئے ہیں۔ اس موقع پر بعض مسلمانوں نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں شامل ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! مشرکین کے بچے بھی ان میں شامل ہیں۔''

اور وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا جسم بدصورت تھا، وہ لوگ تھے جنھوں نے اچھے عمل کے ساتھ ساتھ برے عمل بھی کیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا۔ پھر ان دونوں میں سے ایک آدمی نے اپنے بارے میں بتایا کہ میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ ان دونوں نے مجھ سے کہا اپنا سر اٹھائیے۔ میں نے سر اٹھایا تو ایک سفید بدلی سی دیکھی۔ انھوں نے مجھ سے کہا: ''وہ آپ کا گھر ہے۔'' میں نے کہا: ''چلو میں اپنے گھر میں داخل ہوتا ہوں۔'' میری یہ بات سن کر ان دونوں نے مجھ سے کہا: ''ابھی آپ کے کچھ اعمال باقی ہیں جو آپ نے مکمل نہیں کیے جب آپ انھیں مکمل کر لیں گے تو اپنے گھر میں داخل ہو جائیں گے۔''[1]

[1] صحيح البخاري، حديث:7047، ومسند أحمد:8/5.

قبر کی خاموش صدائیں

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنے گھر سے نکلے۔ ایک عزیز کے جنازے میں شامل ہوئے۔ میت کو منوں مٹی تلے دفن کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! قبر مجھے آواز دے رہی ہے۔ بتاؤں کہ وہ کیا کہتی ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''ضرور بتائیے۔'' عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ''قبر کہتی ہے: اے عمر بن عبدالعزیز! تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں نے تمھارے پیاروں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟'' میں نے کہا: ''ضرور بتاؤ۔'' کہنے لگی: ''میں نے کفن پھاڑ ڈالے۔ بدن ریزہ ریزہ کر دیے، خون چوس لیا اور گوشت کھا لیا۔''

''تم مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں نے جسم کے جوڑوں سے کیا برتاؤ کیا؟''

''میں نے کہا: ''بتاؤ۔'' کہنے لگی: ''میں نے ہتھیلیوں کو بازوؤں سے الگ کر دیا، بازوؤں کو کہنیوں سے علیحدہ کر دیا اور کہنیوں کو کندھوں سے جدا کر دیا اور سرینوں کو رانوں سے اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے اکھاڑ دیا۔'' عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ رو پڑے اور فرمایا: ''خوب جان لو، دنیا کی بقا قلیل ہے۔ اس کے معزز ذلیل ہیں۔ جوان بوڑھے ہو جائیں گے۔ زندہ فوت ہو جائیں گے۔ وہ بڑا فریب خوردہ آدمی ہے جو دنیا سے دھوکا کھا گیا۔ کہاں گئے اس

میں رہنے والے؟ وہ لوگ جنھوں نے شہر آباد کیے تھے؟ مٹی نے ان کے بدن چاٹ لیے۔ کیڑوں نے ان کی ہڈیوں اور جوڑوں کو کھوکھلا کر دیا۔ یہ لوگ دنیا میں آراستہ پلنگوں اور منقش قالینوں پر بیٹھتے تھے، خدمت کرنے والے نوکروں اور عزت کرنے والے اہل خانہ کے ساتھ رہتے تھے۔ جب تو ان کے قریب سے گزرے تو انھیں آواز دے۔ ان کے امیروں سے سوال کر کہ ان کی کتنی امیری باقی ہے۔ اور ان کے فقیروں سے پوچھ کہ ان کی کتنی فقیری باقی ہے۔ تو ان سے ان کی زبانوں کے بارے میں پوچھ جس سے وہ باتیں مٹھارا کرتے تھے۔ ان کی آنکھوں کے بارے میں دریافت کر جن سے وہ من پسند چیزوں کو دیکھ کر لذت یاب ہوا کرتے تھے۔ ان کے نرم و نازک بدن اور خوبصورت چہروں کا حال معلوم کر کہ طرح طرح کے کیڑے مکوڑوں نے ان کی کیا درگت بنادی۔ رنگ اڑ گئے۔ گوشت ہڑپ ہو گئے۔ چہرے گرد آلود ہو گئے۔ آنکھوں کے خول مٹی سے اٹ گئے۔ سارا جوبن اُجڑ گیا۔ محاسن کا خاتمہ ہوگیا۔ گردنیں ٹوٹ گئیں۔ اعضاء ریزہ ریزہ ہوگئے۔ ان کے غلام اور خدام کہاں گئے؟ ان کے جمع

کردہ مال اور ان کے خزانے کیا ہوئے۔ ان کے کسی نوکر نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا کہ قبر کے سناٹے میں ان پر کیا بیت رہی ہے۔ کسی نے یہاں ان کے لیے کوئی بستر نہیں بچھایا۔ کوئی تکیہ نہیں سجایا۔ ان کے گھر تنہائی کے نگر ہیں۔ جھومتے ہوئے جنگلوں میں مٹی کی ڈھیریوں تلے ان کے مدفنوں کو کوئی آنکھ نہیں دیکھتی۔ کیا ان کے لیے دن کا اُجالا اور رات کی تاریکی یکساں حیثیت نہیں رکھتی۔ کیا ان لوگوں کے وجود اور ان کے اعمال و افعال کے مابین موت کا سرد اور بے رحم ہاتھ حائل نہیں ہوگیا۔ یہ لوگ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ آئے۔ اپنے پیاروں سے جدا ہوگئے۔ ان کی بیواؤں کی شادیاں ہوگئیں۔ ان کے بیٹوں کو گلی کوچوں میں چھوڑ دیا گیا۔ ان کے عزیزوں نے ان کے مال اور جائیداد کی وراثت آپس میں تقسیم کر لی۔

...... ہاں! اللہ کی قسم! ان میں ایک شخص ایسا بھی ہے جس کی قبر کشادہ کر دی گئی ہے اور اس کی نظر نعمتوں سے لذت یاب ہو رہی ہے...... پھر عمر بن عبدالعزیز رونے لگے

اور کہنے لگے کہ اے کل کو قبر پہنچنے والے لوگو! تمھیں دنیا کی کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا؟ کہاں گئے تمھارے ریشمی مہین اور ملائم لباس؟ کہاں گئے تمھارے قیمتی عطر اور کہاں گئی تمھاری مہک؟ تم ننگی زمین کے کھردرے فرش پر کس طرح رہو گے؟ آہ کاش! میں جان لوں کہ میری لحد کا کیڑا مجھے کس رخسار سے کھانا شروع کرے گا۔ کاش! میں جان لوں کہ دنیا سے اٹھتے وقت موت کا فرشتہ مجھے کس حال میں ملے گا اور میرے رب کی طرف سے وہ کیا پیغام لائے گا۔''

یہ فرما کر عمر بن عبدالعزیز کے حلق میں سسکیاں بھر گئیں۔ وہ اتنا روئے کہ بات کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ پھر اپنے گھر چلے گئے۔ اس کے بعد وہ صرف ایک جمعہ زندہ رہے اور اللہ کو پیارے ہو گئے، رحمہ اللہ۔ [1]

[1] حلیة الأولیاء: 296/5.

حیا اور رضا کی پتلی

اس نے مجھے بتایا کہ میں کار پر مکہ جا رہا تھا۔ راستے میں اچانک میرے سامنے کار کا ایک حادثہ ہوا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ بہت خوفناک حادثہ ہے۔ میں ہی تھا جو سب سے پہلے وہاں پہنچا۔ میں نے اپنی گاڑی کھڑی کر دی۔ جلدی سے باہر نکلا اور اس گاڑی کی طرف لپکا تاکہ اس میں جو بھی سوار ہے اس کی جان بچاؤں۔ ڈرتے ڈرتے اس کے قریب گیا۔ جونہی اس گاڑی میں جھانکا تو میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ دونوں ہاتھوں پر کپکپی طاری ہوگئی۔ اس ہولناک منظر کی وجہ سے مجھے اپنا سانس رُکتا ہوا محسوس ہوا۔ میری آنکھوں میں نمی آگئی۔

عجیب منظر تھا۔ کار کا ڈرائیور بے حس و حرکت سٹیرنگ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ وہ اُنگشت شہادت سے اشارہ کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ روشن تھا جس پر گھنی ڈاڑھی اپنی بہار دکھا رہی تھی۔ یوں لگتا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔

میں نے دیوانہ وار گاڑی کے اندر اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک چھوٹا سا بچہ نظر آیا۔ وہ اس کی پشت کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ ڈرائیور کی گردن میں ڈالے ہوئے تھے۔ وہ زندگی کو الوداع کہہ چکا ہے۔

میں نے اس جیسی کوئی میت نہیں دیکھی۔ اس کے چہرے پر سکون تھا، وقار تھا۔ چہرہ سورج کی طرح چمک رہا تھا۔ انگشت شہادت فوت ہوجانے کے باوجود اللہ کی وحدانیت بیان کررہی تھی۔ اس کا تبسم ابھی تک جوان تھا۔ گزرنے والوں کی گاڑیاں اس کار کے پاس کھڑی ہونے لگیں۔ چیخ پکار مچ گئی۔ یہ سب کچھ بڑی تیزی سے ہوا۔ میں بھول ہی گیا کہ یہ تو دیکھوں گاڑی میں اور کون کون ہے۔ میں بچے کو گم پانے والی ماں کی طرح رونے لگا۔

کچھ معلوم نہ تھا کہ میرے اردگرد کون ہے۔ جس نے بھی دیکھا، یہی گمان کیا کہ میں میت کا کوئی قریبی عزیز ہوں۔ کچھ لوگ چلائے۔ انھوں نے ایک عورت اور دو بچوں کو پچھلی سیٹ پر دیکھا۔ مجھے اور زیادہ صدمہ ہوا۔ میں پچھلی سیٹ کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک عورت اپنا لباس سمیٹے بیٹھی تھی۔ اس نے اپنے حجاب کو مضبوطی سے سنبھال رکھا تھا۔ وہ چپ چاپ ہماری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے دو چھوٹے بچوں کو سینے سے چمٹا رکھا تھا۔ اللہ کی قدرت کہ انھیں کوئی گزند نہیں پہنچا تھا۔

حادثے کی وجہ سے وہ لرزہ براندام تھے۔ خاتون اللہ کا ذکر کر رہی تھی اور دونوں بچوں کی ڈھارس بندھا رہی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہمت اور حوصلے کی چٹان ہے۔ وہ

پوری ثابت قدمی سے کار سے اترنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ رو رہی تھی نہ چلا رہی تھی نہ کوئی واویلا کر رہی تھی۔

ہم سب نے مل کر انھیں کار سے نکالا۔ جس نے بھی مجھے دیکھا اس نے یہی محسوس کیا کہ میں بھی ان کے ساتھ مصیبت میں مبتلا ہوں۔ میں بہت رویا۔ لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ خاتون میری طرف متوجہ ہوئی اور کار سے اترتے اترتے بھرائی ہوئی آواز میں بولی: ''اخی فی اللہ! آپ اس پر نہ روئیں۔ وہ بلاشبہ نیک آدمی تھا۔'' پھر اس پر آنسو غالب آگئے اور اس کی آواز ڈوب گئی۔

وہ عورت کار سے اتری۔ دونوں بچوں کو اپنے ساتھ چمٹا رکھا تھا۔ اپنے حجاب کا جائزہ لیا۔ سلوٹیں ٹھیک کیں۔ لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور شور سنا تو بچوں کو لے کر دور چلی گئی۔ ایک نیک بخت آدمی آگے بڑھا اور بچے کو اٹھا کر ہسپتال پہنچا دیا۔ وہ دور کھڑی دیکھ رہی تھی اور بچوں کی نگاہ کو ان کے باپ اور بھائی کی طرف جانے سے روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

میں خاتون کی طرف متوجہ ہوا اور ادب سے عرض کیا: ''آپ تشریف لائیے۔ میری کار میں سوار ہو جائیے۔ میں آپ کو آپ کے گھر پہنچا دوں گا۔'' اس نے بڑے مضبوط اور پروقار لہجے میں جواب دیا: ''اللہ کی قسم! میں صرف اس گاڑی میں سوار ہوں گی جس میں عورتیں ہوں گی۔'' آس پاس کھڑے لوگ چل پڑے۔ ہر شخص اپنا رستہ ناپ

رہا تھا۔ میں دور کھڑا اس مغموم خاتون کو دیکھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ مجھ سے اس خاتون کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تو نے اس کی مدد کیوں نہیں کی۔ بڑا وقت گزر گیا۔ ہم اس مشکل کی گھڑی میں انتظار کی حالت میں کھڑے رہے۔ وہ خاتون اٹل پہاڑ کی طرح استقامت سے کھڑی رہی۔ دو گھنٹے گزر گئے۔ یکا یک ہمارے پاس سے ایک کار گزری۔ اس میں ایک آدمی اور اس کا خاندان سوار تھا۔ میں نے اسے روکا۔ اس الم نصیب خاتون کو پیش آمدہ دردناک حادثے کا ماجرا سنایا اور اس سے درخواست کی کہ اس خاتون کو اپنی گاڑی میں بٹھا لیجیے اور اس کے گھر پہنچا دیجیے۔

وہ مان گیا۔ خاتون اپنے بچوں کو لے کر صبر اور وقار کے ساتھ آگے بڑھی اور گاڑی میں سوار ہوگئی۔ وہ خاتون عورت نہیں، استقامت کا پہاڑ تھی۔

میں اپنی کار کی طرف لوٹ آیا۔ خاتون کے صبرِ جمیل پر حیران تھا۔ دل نے کہا: ”دیکھ، اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کے اہل و عیال کی اس کے اٹھ جانے کے بعد کس طرح حفاظت فرماتا ہے۔“

مجھے فوراً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالی شان یاد آیا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾

”بلا شبہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے، پھر (اس پر) استقامت کی، ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمھارے رفیق) ہیں۔“ [1]

ہاں! تم جو کچھ دنیا میں چھوڑ کر جا رہے ہو اس کے بارے میں مت ڈرو۔ ہم دنیا میں تمھارے ولی ہیں۔ ہم تمھارے اہل کی حفاظت کریں گے۔ ڈر اور خوف کی حالت میں انھیں سکون دیں گے، ان کے دلوں کو مضبوط کریں گے، ان کے رزق کی کفالت کریں گے اور ان کی عزت میں اضافہ کریں گے۔

سبحان اللہ! قرآن پاک نے کیسی ایمان افروز ضمانت دی ہے اور کتنی پیاری پیاری باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ آہ! اللہ پاک کتنا رحیم و کریم ہے اور ہم کتنے غافل ہیں!

محترم قارئین! کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈر جائیں۔ غفلت اور گناہوں کی زندگی ترک کر دیں اور اپنے اس محسن پروردگار کی بندگی اختیار کر لیں جو حی و قیوم ہے۔ جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ وہ ایسا زبردست غنی ہے جو دینے میں کبھی بخل نہیں کرتا۔ یہ کتنی اچھی اور کیسی خوش بختی کی بات ہے کہ وہ ہمیں رات کے سناٹے میں روتا دیکھے اور دن کے وقت اپنے مقدس کلام کی تلاوت میں مصروف پائے۔ یہ بات اللہ کو کتنی پیاری لگے گی کہ وہ ہمیں اس حالت میں دیکھے کہ ہماری نگاہ حرام چیزوں کو دیکھنے سے بچی ہوئی ہے۔ نہ ہم کسی غیر محرم عورت کو دیکھیں نہ کوئی لچر بات کریں، نہ سنیں۔

[1] حٰمٓ السجدۃ 41:30،31.

موت کا فرشتہ رحم نہیں کرتا

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آپ کی ایک صاحبزادی نے پیغام بھیجا کہ میرا بچہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ آپ تشریف لائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے کہلا بھیجا: ”اللہ تعالیٰ جو لے وہ بھی اسی کا ہے اور جو دے وہ بھی اسی کا ہے، اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، اس لیے انھیں صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔“

وہ شدید غم میں مبتلا تھیں۔ پیغام دوبارہ بھیجا: ”اے اللہ کے رسول! آپ ضرور تشریف لائیں۔“ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوگئے۔ کچھ صحابہ بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ بیٹی کے گھر پہنچے۔ نواسے کو گود میں لیا۔ بچہ بہت بے چین اور مضطرب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو بڑا رحم آیا۔ شدتِ غم سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ عرض کیا گیا کہ آپ بھی رو پڑے۔ فرمایا: یہ جذبۂ شفقت ہے۔ اسے اللہ ہی نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انھی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو (دوسروں) پر رحم کھاتے ہیں۔ [9]

معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال شام کے گورنر رہے، پھر اگلے بیس سال آپ مسلمانوں کے

خلیفہ رہے۔ اُن کا وقت موعود آیا تو کہنے لگے: ''مجھے بٹھا دو۔'' انھیں بٹھا دیا گیا۔ وہ اللہ کا ذکر کرنے اور رونے لگے اور خود کلامی کے انداز میں کہنے لگے: ''اے معاویہ! اب جب تو ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔ تجھے اب اللہ تعالیٰ کا ذکر یاد آیا ہے۔ اب جبکہ تیری جوانی خوب سیراب ہوگئی ہے۔'' پھر زار و قطار رو پڑے اور کہنے لگے: ''اے میرے پرودگار! اے میرے رب! ایک گناہ گار اور سخت دل بڈھے پر رحم فرما۔ اے اللہ! میری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کر اور گناہوں کو معاف فرما۔ اپنے حلم اور بردباری سے کام لے۔ اسے بے پروا کردے جس نے اپنا سر تیرے سوا کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکایا اور تیرے سوا کبھی کسی پر بھروسا نہیں کیا''...... پھر وہ انتقال کرگئے۔ [2]

عبداللہ بن مبارک کا آخری وقت آیا تو شدتِ کرب سے غشی طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا۔ چہرے سے کپڑا ہٹایا، مسکرائے اور کہنے لگے:

''عمل کرنے والوں کو اسی جیسی شے کے لیے عمل کرنا چاہیے۔ لا الہ الا اللہ۔''

اتنا کہا اور روح پرواز کرگئی۔ [3]

بلال رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت آیا تو ان کی بیوی کہنے لگیں: ''ہائے افسوس!'' پھر ان

کے چہرے سے کپڑا ہٹایا۔ نزع کا عالم طاری تھا اور کہہ رہے تھے: "اللہ کی بندی! ہائے افسوس نہ کہو۔ یہ کہو کہ یہ کیسی خوشی کا موقع ہے کہ کل میں اپنے دوستوں سے ملوں گا۔ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ملاقات کروں گا۔" [4]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ایک چوکور خط کھینچ کر ایک چوکھٹا بنایا، پھر اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو چوکھٹے سے باہر نکلا ہوا تھا۔ اس کے بعد چوکھٹے کے درمیان والے سیدھے خط کے ساتھ بہت سے چھوٹے چھوٹے خط کھینچے، پھر فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو درمیان کا خط باہر نکلا ہوا ہے، یہ اس کی امید ہے۔ اور یہ جو چوڑائی میں چھوٹے چھوٹے خطوط ہیں، یہ اس کی بیماریاں اور حادثات ہیں۔ انسان ایک مشکل سے بچ جاتا ہے تو دوسری مصیبت آن پڑتی ہے۔ دوسری مشکل سے نکلتا ہے تو تیسری مشکل آن دبوچتی ہے۔ [5]

[1] صحيح البخاري، حديث: 1284. [2] تاريخ دمشق: 155/62 مختصراً. [3] تاريخ دمشق: 324/34. [4] تاريخ دمشق: 315/10، وسير أعلام النبلاء: 1/359. [5] صحيح البخاري، حديث: 6417.

آسمان کی طرف سفر

نبی کریم ﷺ ایک جنازے کے ساتھ نکلے۔ قبرستان پہنچے اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ صحابۂ کرام بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔'' پھر فرمایا: ''مومن جب دنیا کی آخری گھڑی اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہروں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان کے چہرے آفتاب معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو بھی ہوتی ہے۔ وہ اس کی حد نگاہ پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے۔ وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے پاکیزہ روح! اللہ کی مغفرت اور رضا مندی کی طرف چل۔ یہ سنتے ہی وہ روح بدن سے اس طرح نکل آتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ نکل آتا ہے۔ اسی وقت پلک جھپکنے کی دیر میں جنتی فرشتے اس پاکیزہ روح کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ اس سے اتنی عمدہ اور بہترین خوشبو آتی ہے جس کی مثال روئے زمین پر نہیں مل سکتی۔ اب یہ اسے لے کر روانہ ہوتے ہیں۔ آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ راستے میں فرشتوں کی جو بھی جماعت ملتی ہے، پوچھتی ہے کہ یہ پاک روح کس کی ہے۔ فرشتے اس کا بہتر سے بہتر نام جو دنیا میں مشہور تھا، بتاتے ہیں اور کہتے ہیں

فلاں بن فلاں ہے۔ یہاں تک کہ وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ آسمان کا دروازہ کھلوایا جاتا ہے۔ دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ آسمانوں تک پہنچانے کے لیے یکے بعد دیگرے ہر آسمان کے معزز فرشتوں کی ایک جماعت آتی ہے اور اسے آگے لے جاتی ہے۔ یوں وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ اس بندے کے بارے میں حکم دیتا ہے:

''میرے بندے کے اعمال علیین میں لکھ دو۔''

پھر حکم ربانی ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اپنے بندے اسی سے پیدا کیے ہیں، انھیں اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ اٹھاؤں گا۔ میت کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اسے بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں: ''تیرا رب کون ہے؟'' وہ دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ وہ صاحب کون تھے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے کہ وہ صاحب کون تھے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول (ﷺ) تھے۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ تجھے یہ امور کس طرح معلوم ہوئے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ اس پر ایمان لایا اور اسے سچا جانا...... اب آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ

کہا۔ اب اس کے لیے جنت کے بچھونے بچھا دو۔ اسے جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو تاکہ اس کے پاس جنت کی ہواؤں کے جھونکے اور تازہ بتازہ خوشبو آتی رہے۔ پھر اس میت کی قبر حد نظر تک کشادہ کر دی جاتی ہے۔

اب اس کے پاس خوشبو میں بسا ہوا ایک نہایت حسین و جمیل شخص شاہانہ لباس پہنے آتا ہے اور کہتا ہے: اے اللہ کے نیک بندے! یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ مومن اس سے پوچھتا ہے تم کون ہو۔ تمھارے چہرے پر بھلائی چمک رہی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ تو نے اللہ کی راہ میں چستی دکھائی اور اللہ کی نافرمانی سے دور رہا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تجھے بہترین جزا دی ہے۔

مومن جب یہ منظر دیکھتا ہے اور قبر پر نگاہ ڈالتا ہے کہ وہ بہت وسیع ہو چکی ہے اور اس میں جنت کی نعمتیں آ گئی ہیں تو وہ جنت کا متوالا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم کر دے تاکہ میں جنت میں پہنچ جاؤں اور اپنے اہل و عیال سے ملوں۔

کافروں، مشرکوں اور فاسقوں کی موت

کافر یا فاسق کی جب دنیا کی آخری گھڑی اور آخرت کی پہلی گھڑی آتی ہے تو اس کے پاس آسمان سے سیاہ رُو فرشتے آتے ہیں۔ ان کے پاس ٹاٹ ہوتا ہے۔ وہ اس کی حد نگاہ پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے۔ وہ اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث روح! اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کی طرف چل۔ یہ سن کر اس کی روح بدن میں بکھر جاتی ہے۔ اسے ملک الموت جبراً اس طرح کھینچتا ہے جس طرح گیلی اون سے بہت سے دندانوں والی سیخ کھینچی جاتی ہے۔ آسمان اور زمین کے سارے فرشتے اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں۔ وہ اس پر جھپٹ پڑتے ہیں۔ اس کی جان کو ملک الموت کے ہاتھ میں آنکھ جھپکنے کی مہلت بھی نہیں دیتے۔ فوراً چھین لیتے ہیں اور ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں۔ ٹاٹ سے روئے زمین کے بد ترین مردار کی بدبو کے بھبکے اُٹھ رہے ہوتے ہیں۔

وہ اسے لے کر چڑھنے لگتے ہیں۔ راستے میں فرشتوں کا جو گروہ ملتا ہے اس سے پوچھتا ہے کہ یہ ناپاک بدروح کس کی ہے۔ فرشتے جواب دیتے
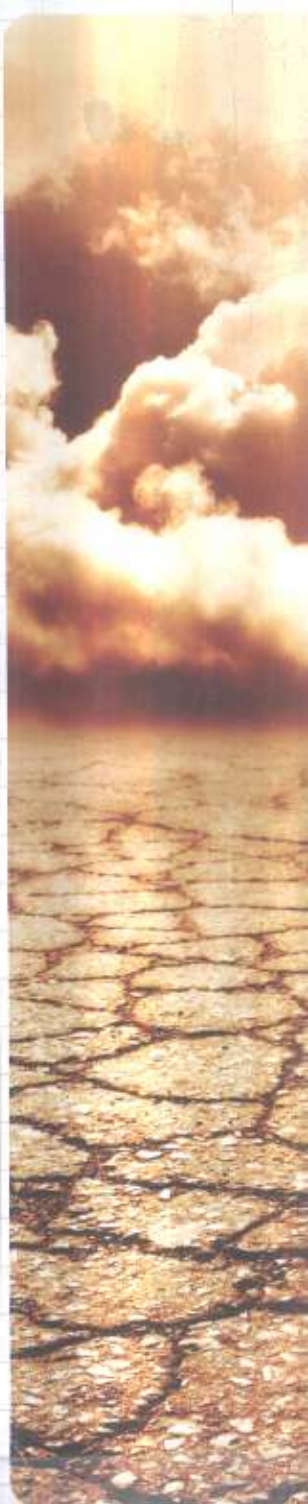
ہیں: یہ فلاں شخص ہے۔ فلاں کا بیٹا ہے۔ میت کا وہ نام بتاتے ہیں جو دنیا میں اس کا بدترین نام تھا، پھر وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں۔ اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں مگر دروازہ کھولا نہیں جاتا، پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوٰبُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾

”ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔“ (1)

پھر آپ نے بتایا کہ بدعمل میت کے لیے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اس کا نامۂ اعمال سجین، یعنی سب سے نچلی زمین میں لکھ دو، پھر اس کی روح وہاں سے نیچے پٹخ دی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾

”اور جو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے، اس کی مثال یوں ہے کہ وہ آسمان سے گرے تو اسے پرندے اچک لیں، یا ہوا کسی دور دراز جگہ لے جا پھینکے۔“ (2)

اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ دو فرشتے اس کے پاس پہنچتے ہیں۔ اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہائے ہائے! مجھے خبر نہیں۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ افسوس! مجھے اس کی بھی خبر نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں کہ بتا تو ان صاحب کے بارے

میں کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے! میں نہیں جانتا۔ آسمان کی طرف سے آواز آتی ہے۔ اس نے جھوٹ بولا۔ اس کے لیے جہنم کی آگ بچھا دو اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ وہاں سے اسے شدید گرم ہوا آتی رہے۔ قبر اس پر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی پسلیاں ادھر ہو جاتی ہیں۔ اس کے پاس ایک نہایت مکروہ اور ڈراؤنی شکل والا، میلے کپڑے پہنے ایک بدبودار شخص آتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اب اپنی برائیوں کا مزہ چکھ۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ تو اللہ کی اطاعت سے دور تھا۔ اللہ کی نافرمانی میں جلدی کرتا تھا، اس لیے اللہ نے تجھے اس کا برا بدلہ دیا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے۔ تیرے چہرے سے تو بڑی وحشت ٹپک رہی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا خبیث عمل ہوں۔

اس مرحلے کے بعد وہ یقین کر لیتا ہے کہ قبر کے بعد جو اگلا مرحلہ آئے گا، وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ وہ کہتا ہے اے میرے پروردگار! قیامت قائم نہ فرمانا۔ پھر اس پر ایک اندھا بہرا اور گونگا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے کہ اگر کسی پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ فرشتہ اسے ایک ضرب لگاتا ہے تو وہ (شکستہ ہو کر) مٹی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے پہلے جیسا کر دیتا ہے۔ فرشتہ اسے ایک اور ضرب لگاتا ہے تو وہ چیخ مارتا ہے جسے انسانوں اور جنوں کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔ [3]

[1] الأعراف 40:7. [2] الحج 31:22. [3] مسند أحمد: 288/4.

دو بادشاہوں کی موت اور مال و دولت کی اصل حقیقت

ہارون الرشید ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اس کی سلطنت بڑی وسیع تھی۔ اس کے پاس ایک لشکر جرار تھا۔ یہ وہی بادشاہ ہے جو اپنا سر اٹھاتا تھا تو بادلوں سے خطاب کرتا تھا اور کہا کرتا تھا: ''تم ہندوستان میں بارش برساؤ یا چین میں یا جہاں تمھاری مرضی ہو برس پڑو۔ اللہ کی قسم! تم جس علاقے میں بھی برسو گے وہ میری ہی سلطنت کے حدود میں ہوگا۔''

ہارون الرشید ایک دن شکار کے لیے نکلا۔ جاتے جاتے ایک آدمی کے پاس سے گزرا۔ اسے بہلول کہا جاتا تھا۔ ہارون الرشید نے اس سے کہا: بہلول! کوئی نصیحت کرو۔ اس نے کہا: امیر المومنین! آپ کے آباء و اجداد کہاں ہیں؟ ہارون الرشید نے کہا: وہ فوت ہو چکے ہیں۔ بہلول نے پوچھا: ان کے محلات کہاں ہیں؟ ہارون الرشید نے کہا: ان کے محلات فلاں فلاں مقام پر ہیں۔ اس نے پوچھا: ان کی قبریں کہاں ہیں؟ ہارون الرشید نے اشارے سے جواب دیا کہ یہ ہیں ان کی قبریں۔ بہلول نے کہا کہ وہ ان کے محلات ہیں اور یہ ان کی قبریں ہیں۔ کیا انھیں ان کے محلات نے ان کی قبروں میں کوئی فائدہ پہنچایا؟ ہارون نے کہا: تم سچ کہتے ہو۔ کوئی فائدہ نہیں

پہنچایا...... پھر ہارون نے کہا: بہلول! مجھے کوئی اور نصیحت کرو۔ بہلول نے کہا: دنیا میں تمھارے محل تو بڑے شاندار اور بڑے وسیع ہیں، کاش! تمھارے مرنے کے بعد تمھاری قبریں بھی وسیع ہو جائیں۔ یہ سن کر ہارون رونے لگا۔ ہارون نے کہا: بہلول! مزید نصیحت کرو۔ بہلول کہنے لگا: امیرالمومنین! آپ کسریٰ کے خزانوں کے مالک ہیں۔ انھیں صدقہ کردیں۔ آپ بڑی عمر گزار چکے۔ اب بھلا کتنی عمر اور پائیں گے؟ کیا قبر ہر زندہ چیز کی انتہا نہیں۔ اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد آپ سے ہر چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ہارون نے کہا: تم نے بالکل ٹھیک کہا، پھر ہارون واپس گھر آ گیا۔ مرض الموت بڑھ گیا۔ اطباء اس کی تندرستی سے مایوس ہوگئے۔ انھوں نے محسوس کرلیا کہ اس کی موت قریب آ گئی ہے۔ چند دن گزرے۔ اس پر نزع کا عالم طاری ہوگیا۔ اس نے سکرات موت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو چلا اٹھا۔ اپنے سپہ سالاروں اور درباریوں سے کہنے لگا: ''میرے لشکروں کو جمع کرو۔'' اس کی ساری فوج ہتھیاروں سے لیس ہوکر آ گئی۔ یہ سارا لشکر جرار اس کے حکم کے تابع تھا۔ ہارون نے اپنے لشکروں کو دیکھا تو آبدیدہ ہوگیا۔ کہنے لگا:

«يَامَنْ لَا يَزُولُ مُلْكُهُ ارْحَمْ مَنْ قَدْ زَالَ مُلْكُهُ»

''اے! وہ ہستی جس کی بادشاہی کبھی زوال پذیر نہیں ہوگی (اے اللہ!) اس شخص پر رحم فرما جس کی بادشاہی ختم ہوچکی۔''

پھر کہنے لگا: میرا کفن لاؤ، کفن پیش کردیا گیا، پھر بولا: میری قبر کھودو...... اس کے خدام نے قبر بھی کھود ڈالی۔ ہارون نے قبر پر نگاہ ڈالی اور بولا:

﴿مَآ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَہۡ ○ ہَلَکَ عَنِّیۡ سُلۡطٰنِیَہۡ ○﴾

''میرے مال نے مجھے فائدہ نہیں پہنچایا۔ میری بادشاہت مجھ سے چھن گئی۔''[1]

پھر وہ روتا رہا حتیٰ کہ روح پرواز کرگئی۔

اب عبدالملک بن مروان کا حال بھی سن لیجیے۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس پر کرب والم طاری ہونے لگا، دم گھٹنے لگا۔ اس کے کہنے پر اس کے کمرے کی کھڑکیاں کھول دی گئیں۔ برآمدے پر نظر پڑی۔ ایک غریب آدمی کو دیکھا۔ وہ کپڑے دھونے والا تھا۔ اسے دیکھ کر عبدالملک رو پڑا۔ کہنے لگا: کاش! میں بھی کپڑے دھونے والا ہی ہوتا...... کاش! میں ترکھان ہوتا...... کاش! میں بھی بوجھ اٹھانے والا مزدور ہوتا۔ کاش!

میں مسلمانوں کے معاملات میں کسی چیز کا والی نہ ہوتا، یہ بات کہتے کہتے اس کا انتقال ہوگیا۔[2]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مستریح ہے یا مستراح۔ (اسے آرام حاصل ہوگیا یا اس سے آرام مل گیا)۔ صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مستریح اور مستراح کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے رہائی پاکر اللہ کی رحمت میں راحت پا جاتا ہے۔ وہ مستریح ہے اور مستراح وہ ہے جس سے اللہ کے بندے، شہر، درخت اور چوپائے سب آرام (نجات) پا جاتے ہیں۔[3]

[1] الحاقة 69: 28,29. [2] البداية والنهاية: 9/71، وتاريخ دمشق: 39/113. [3] صحيح البخاري، حديث: 6512.

آخری سچائی

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت آ گیا۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور اس سے کہا:
”جاؤ! میرے لیے ایک گہری قبر کھود دو۔“

اس نے قبر کھود ڈالی۔

کہنے لگے: ”مجھے بٹھا دو۔ اللہ کی قسم! یہ دو منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔ یا تو میری قبر ہر طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کھلی کر دی جائے گی، میرے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ میں جنت میں اپنا گھر، اپنی بیویوں اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تیار کر رکھی ہیں، اُن کو دیکھوں گا۔ جس طرح میں آج دنیا کے گھر کے راستے جانتا ہوں اس سے زیادہ جنت کے گھر کے راستے جاننے والا بن جاؤں گا، پھر مجھے جنت کی خوشبو آنے لگے گی حتیٰ کہ میں دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔

اگر میرا معاملہ دوسری منزل کا ہوا تو میری قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ایک دوسری میں پیوست ہو جائیں گی بلکہ قبر اس سے بھی زیادہ تنگ کر دی

جائے گی، پھر میرے لیے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ میں اس میں اپنا وہ ٹھکانا جو اللہ نے وہاں میرے لیے تیار کر رکھا ہے، دیکھوں گا۔ وہاں زنجیروں طوقوں اور گنجے سانپوں کی بھیڑ بھی دکھائی دے گی، پھر میں دوزخ میں اپنے ٹھکانے کو آج اپنے دنیاوی گھر کو جاننے کی نسبت زیادہ جاننے والا بن جاؤں گا۔ وہاں مجھے پیپ اور گرم پانی دیا جائے گا حتیٰ کہ میں میدانِ حشر میں اٹھایا جاؤں گا۔'' پھر وہ رونے لگے۔ [1]

میری موت پر نفل پڑھ کر دعا کرنا

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا وقت وفات آیا تو کہنے لگے: ''میری چارپائی صحن میں لے جاؤ۔'' پھر کہنے

لگے: ''میرے گھر والوں اور ہمسایوں کو بلا لاؤ۔'' وہ سب جمع ہو گئے تو بولے: ''لگتا ہے کہ آج کا دن میرے لیے دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن ہے۔ شاید میرے ہاتھ اور میری زبان سے تمھیں کوئی تکلیف پہنچی ہو، قیامت کے دن اس کا قصاص لیا جائے گا۔ میں تم میں سے ہر ایک سے قسمیہ کہتا ہوں، کسی کے دل میں ایسی کوئی بات ہو تو میری روح قبض ہونے سے پہلے پہلے وہ مجھ سے قصاص لے لے۔ بچوں نے کہا کہ آپ ہمارے والد ہیں اور پڑوسیوں نے کہا کہ آپ ہمارے دوست ہیں۔ بھلا قصاص کا کیا ذکر۔ کہنے لگے: ''اچھا کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے؟'' حاضرین بولے: ''جی ہاں!'' پھر انھوں نے ہاتھ پھیلا دیے اور کہا: ''اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔'' پھر بولے: ''میری وصیت یاد رکھو۔ میں برا محسوس کرتا ہوں کہ تم میں کوئی مجھ پر روئے۔ جب میری روح پرواز کر جائے تو اچھی طرح وضو کرنا اور پھر تم میں سے ہر فرد مسجد جائے، نماز پڑھے، پھر اپنے لیے اور میرے لیے دعا مانگے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴾

''اور تم صبر اور نماز کے ذریعے سے اللہ کی مدد طلب کرو اور بے شک یہ بہت بھاری ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر (بھاری نہیں ہے)۔''[2]

نصیحت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (مگر اب) ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔''[3]

شرابی ..... موت کے دروازے پر

ابن قیم ؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کی موت کا وقت آ گیا۔ وہ شرابیوں کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ اسے نزع کی ہچکیاں آنے لگیں۔ اس کے قریب بیٹھا ہوا شخص اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: ''لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔'' متوفی کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ زبان بوجھل ہو گئی۔ اس کا ساتھی اسے بار بار یاد دہانی کرانے لگا: ''بھائی! لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہوا اور کلمہ پڑھنے کے بجائے چیخ چیخ کر بولا: ''پہلے تو پی پھر مجھے پلا، پہلے تو پی پھر مجھے پلا۔'' ......وہ بار بار یہی کہتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے آخری ہچکی لی اور فوت ہو گیا۔

شراب کے چسکے نے الٹا لٹکا دیا

صفدی نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی شراب کا رسیا تھا۔ وہ شرابیوں کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس پر نشہ چھا جاتا تو وہ سو جاتا اور سوتے میں چل پڑتا۔ وہ چھت پر سوتا تھا اور اپنی ٹانگ رسی سے باندھ لیتا تھا۔ مبادا سوتے سوتے چل پڑے اور کہیں گر جائے۔ ایک رات اس نے خوب شراب پی اور سو گیا، پھر کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا۔ چھت سے گر گیا۔ اس کی ایک ٹانگ بدستور رسی سے بندھی ہوئی تھی، اس لیے وہ زمین پر نہیں گرا۔ رات بھر الٹا ہی لٹکا رہا اور صبح طلوع ہونے تک سسک سسک کر مر گیا۔

مسجد جانے سے انکار

محمد بن مغیث فاسق آدمی تھا۔ اسے شراب کا ایسا چسکا تھا کہ شراب خانے سے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ وہ بیمار ہوگیا۔ موت کا وقت قریب آگیا۔ قوائے عمل کمزور ہوئے۔ ہمت جواب دے گئی۔ قریب بیٹھے شخص نے اس سے پوچھا کہ کیا تمھارے بدن میں قوت باقی ہے۔ کیا تم چلنے کی طاقت رکھتے ہو؟ وہ بولا: ''ہاں! میں چاہوں تو شراب خانے کی طرف جاسکتا ہوں۔'' اس کے ساتھی نے کہا: ''اللہ کی پناہ!'' تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں مسجد کی طرف چلتا ہوں؟ یہ سن کر وہ رونے لگا اور کہنے لگا: ''ہر آدمی پر ہمیشہ وہی چیز غالب رہتی ہے جس کا وہ عادی ہوتا ہے۔ اس عمل سے میں بھی مستثنیٰ نہیں۔ مجھ پر بھی وہی چیز غالب آرہی ہے جس کا میں عادی ہوں۔ مجھے مسجد جانے کی عادت نہیں۔''

اسے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہوسکا

ابن ابی رواد کہتے ہیں کہ میں ایک آدمی سے ملنے گیا۔ وہ اپنی زندگی کے آخری سانس گن رہا تھا۔ لوگ اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرنے لگے۔ موت کلمے اور اس کے درمیان حائل ہوگئی۔ اسے کلمہ طیبہ پڑھنا دوبھر ہوگیا۔ حاضرین مسلسل کلمہ پڑھنے لگے اور اسے اللہ کی یاد دلانے لگے۔ وہ شدید تکلیف میں مبتلا تھا۔ جب اس کا سانس اکھڑنے لگا تو وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ زور سے چیخا اور کہنے لگا: ''میں لا الہ الا اللہ کا انکار کرتا ہوں۔'' پھر وہ بہت زور سے چیخا اور مرگیا۔

ابن ابی رواد کہتے ہیں کہ جب ہم اسے دفن کرکے آئے تو میں نے اس کے وعیال سے پوچھا: ''متوفی کیسا آدمی تھا؟'' وہ کہنے لگے کہ شراب کا رسیا تھا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ایک دن سلیمان علیہ السلام چاشت کے وقت ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ کے پاس آپ کا وزیر بھی بیٹھا تھا۔ ایک آدمی آیا۔ سلام کیا اور سلیمان علیہ السلام سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے وزیر کی طرف بڑے غصے سے دیکھا۔ وزیر ڈر گیا۔ وہ آدمی چلا گیا تو وزیر کھڑا ہوگیا اور سلیمان علیہ السلام سے پوچھنے لگا: ''اے اللہ کے نبی! یہ آدمی جو ابھی گیا ہے، کون تھا؟ اللہ کی قسم! اس کی نگاہ نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔'' سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ یہ ملک الموت تھا اور آدمی کی شکل میں میرے پاس آیا تھا۔ وزیر بہت سراسیمہ ہوا۔ وہ رو پڑا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور آپ سے التجا کرتا ہوں کہ ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے ایک دور دراز جگہ ملک ہند میں پہنچا دے۔'' سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا تو ہوا نے اسے اٹھا لیا۔

دوسرے دن ملک الموت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پھر آیا۔ اس نے انھیں اسی طرح سلام کیا جس طرح پہلے کرتا تھا۔ سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا: ''کل تم نے میرے وزیر کو ڈرا دیا۔ تم نے اس کی طرف تیز نظروں سے کیوں دیکھا؟'' موت کا فرشتہ کہنے لگا: ''اے اللہ کے نبی! میں آپ کے پاس چاشت کے وقت آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس

شخص کی روح کو ظہر کے بعد ہندوستان میں قبض کروں۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ وہ شخص تو آپ کے پاس بیٹھا ہے۔'' سلیمان نے پوچھا: ''پھر تم نے کیا کیا؟'' موت کے فرشتے نے جواب دیا: ''میں وہیں جا پہنچا جہاں مجھے اس کی روح قبض کرنے کا حکم تھا۔''

وہاں وہ میرا منتظر تھا، میں نے فوراً اس کی روح قبض کر لی۔ [4]

[1] تاریخ دمشق ترجمة عبداللہ بن قیس: 67/34، وحلیة الأولیاء: 329/1. [2] البقرة 2:45، شعب الإیمان للبیهقي: 114/7، و تاریخ دمشق: 140/28. [3] سنن ابن ماجه، حدیث: 1571. [4] مصنف ابن أبي شیبة: 92/7، وحلیة الأولیاء: 60/6، وكتاب الزهد لأحمد، ص: 64، حدیث: 222.

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے!

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے پہنچے۔ دریافت فرمایا: ''آپ کو کیا شکایت ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''بس اپنے گناہوں کی۔'' عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اب کیا خواہش ہے؟'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''صرف اپنے اللہ کی رحمت کا آرزو مند ہوں۔'' عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا میں آپ کے لیے طبیب بلا بھیجوں؟'' کہنے لگے: ''طبیب ہی نے مجھے بیمار کیا ہے۔'' عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا میں آپ کے لیے کسی عطیے کا حکم دوں؟'' فرمایا: ''مجھے عطیے کی کوئی ضرورت نہیں۔''[1]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ عرب کے بڑے دانشمند لوگوں میں سے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے موت کے وقت جن کے حواس ٹھیک ہوتے ہیں مگر وہ موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے۔ جب خود ان پر موت کا وقت آیا تو بیٹے عبداللہ نے انھیں انھی کا قول یاد دلایا اور عرض کیا: ''اباجان! اب موت کی کیفیت بیان فرمائیے۔'' کہنے لگے: ''موت کی جس قدر تکلیف بیان کی جائے، اس سے کہیں بڑھ

کر اذیت ناک ہے۔ اس وقت میں موت کی تکلیف کی طرف محض ایک اشارہ کیے دیتا ہوں۔ بس اسی سے موت کی اذیت کا اندازہ کرلو۔ میں یوں محسوس کر رہا ہوں جیسے میری گردن پر ایک پہاڑ رکھا ہوا ہے۔ میرے پیٹ میں کانٹے گھس گئے ہیں اور میرا سانس سوئی کے ناکے کے ذریعے نکل رہا ہے۔ [2]

ان کے بیٹے نے کہا: ''ابا جان! یہ کیسی الم انگیز تکلیف ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ تو آپ کو قریب رکھا کرتے تھے۔ آپ کو مناصب عطا فرماتے تھے۔ گورنر بنایا کرتے تھے۔'' عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پیارے بیٹے! واقعی میں اس وقت ایسا ہی تھا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب تھا۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ ایسا محبت کی وجہ سے تھا یا محض تالیف قلبی کے لیے تھا۔'' [3]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو تھوڑا سا افاقہ ہوا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ ٹھوڑی پر رکھا اور کہنے لگے: ''اے اللہ! تو نے ہمیں حکم دیا اور ہم نے حکم عدولی کی۔ الٰہی! تو نے

ممانعت فرمائی اور ہم نے نافرمانی کی۔ اے رب کریم! ہماری مغفرت فرما دے۔'' پھر وہ لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرنے لگے حتیٰ کہ روح پرواز کر گئی۔ ⁴

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کہتی ہیں کہ عمر پر مرضِ وفات طاری ہوا تو میں نے انھیں یہ کہتے سنا: ''اے رب کریم! میرے گھر والوں پر میری موت مخفی کر دے۔'' جب ان کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو میں نے ان سے کہا: ''کیا میں چلی جاؤں کہ آپ کو نیند نہیں آ رہی۔'' پھر میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ کمرے سے باہر نکل گئی اور دروازے کے پاس بیٹھ گئی۔ میں کان لگائے سن رہی تھی، آپ اللہ تعالیٰ کا یہ پاک کلام پڑھ رہے تھے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾

”وہ آخرت والا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد اور اچھی عاقبت متقین ہی کی ہے۔“ [5]

وہ یہی آیت مقدسہ بار بار پڑھتے رہے، پھر ان کی آواز ڈوب گئی۔ میں لپک کر ان کے پاس گئی۔ وہ فوت ہو چکے تھے۔ میں نے ان کا چہرہ قبلے کی طرف پایا۔ انھوں نے ایک ہاتھ اپنے منہ پر اور دوسرا ہاتھ آنکھوں پر رکھا ہوا تھا۔ [6]

امام ابن عساکر رحمہ اللہ بڑے عابد و زاہد تھے۔ انھوں نے ظہر کی نماز ادا کی، پھر عصر کی نماز کے بارے میں پوچھنے لگے۔ وضو کیا اور شہادتین پڑھا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے:

”میں راضی ہو گیا اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر۔“

پھر انھوں نے اپنی نگاہیں اٹھائیں اور کہا: ”وعلیکم السلام۔“ ...... یہ کہہ کر فوت ہو گئے۔ [7]

---

[1] سیر أعلام النبلاء: 1/498، وتاریخ دمشق: 35/128. [2] تاریخ دمشق: 49/132، والمستدرك للحاکم: 3/454. [3] سیر أعلام النبلاء: 1/482، وتاریخ دمشق: 49/136. [4] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 7/493، وسیر أعلام النبلاء: 3/75، وتاریخ دمشق: 49/136. [5] القصص 28:83. [6] سیر أعلام النبلاء: 5/141، وتاریخ دمشق: 48/169، وحلیة الأولیاء: 5/369. [7] سیر أعلام النبلاء: 22/189، وطبقات الشافعیة الکبریٰ: 8/184.

اے انسان! تجھے کب ہوش آئے گا؟

میں سعودی عرب کے شمالی علاقے ضلع قریات میں تھا۔ وہاں میں اپنے تبلیغی لیکچر سے فارغ ہوا، پھر ضلع کے جنوب میں سکا کا جوف کی طرف سفر شروع کردیا۔ وہاں مجھے 'الحان واشجان' کے عنوان پر ایک تبلیغی لیکچر دینا تھا۔ میرے لیکچر کا موضوع گانا بجانا تھا۔ لیکچر ختم کیا تو ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ اس کی عمر گیارہ سال تھی۔ وہ کہنے لگا: یا شیخ! یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے ساتھ قریات سے آیا ہے۔ ہم نے راستے میں ایک خوفناک حادثہ دیکھا۔ ہم بائی پاس سے گزرے۔ سامنے ایک جیپ نما کار تھی۔ اس میں دو نوجوان تھے۔ وہ رواں دواں تھے۔ اچانک ان کی جیپ نے کئی قلابازیاں کھائیں۔ وہ دونوں نوجوان اس کی کھڑکیوں سے باہر آپڑے۔ ان کا سامان بکھر گیا۔ ان کے لباس پھٹ گئے۔ میں پہلا شخص تھا جو وہاں پہنچا۔ میں نے فوراً طبی امداد طلب کی...... یہ کوئی پہلا موقع نہ تھا کہ میں نے کار کا حادثہ دیکھا۔ میں ایسے حادثے اور ان میں مرنے والوں کی لاشیں ایک زمانے سے دیکھتا آیا ہوں اور سانحہ دیکھنے کا عادی ہو چکا ہوں۔ میں ان نوجوانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ پہلی نگاہ ان کے کپڑوں پر پڑی، پھر ان کے بالوں کی لٹیں نظر آئیں۔ ان کے آثار سے اس

حالت کا اندازہ کیا جاسکتا تھا جس سے وہ گزر کر آئے تھے: «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ»

اللہ تعالیٰ ہم سے اور ان سے درگزر فرمائے۔

میں معاً ان کی طرف متوجہ ہوگیا اور کوشش کرنے لگا کہ جس حد تک ممکن ہو انھیں بچایا جائے۔ ان میں سے ایک زمین پر منہ کے بل اوندھا پڑا ہوا تھا۔ چہرہ خاک آلود تھا۔ جسم ابھی تک گرم تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ اس کی پتلون اور قمیض پھٹ چکی تھی۔ اس کے کپڑے بھی خون آلود تھے۔ اس کی انگلیوں کی پوروں سے بھی خون کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ میں نے اسے سیدھا کیا اور پشت کے بل لٹایا۔

چہرے پر اس قدر گہری خراشیں پڑی ہوئی تھیں کہ چہرہ ناقابل شناخت ہوگیا تھا۔ بس مونچھوں کے کچھ بال ہی صحیح سالم تھے۔ میں نے اسے آواز دی، تھپک تھپک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مر چکا ہے، پھر میں دوسرے زخمی کی طرف لپکا۔ وہ بھی اوندھا گرا ہوا تھا۔ اس کے وجود کے نیچے کی زمین خون سے بھری ہوئی تھی۔ کپڑے خون سے رنگین تھے۔ ٹوٹی ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ سب سے کاری ضرب سر پر آئی تھی کھوپڑی پھٹ گئی تھی۔ بھیجا باہر نکل آیا تھا۔ میں یہ خوفناک منظر دیکھنے کی تاب نہ لا سکا۔ یاد آیا کہ میرا بیٹا بھی میرے ساتھ ہے۔ میں نے بیٹے کی طرف دیکھا

تو وہ آنکھیں بند کیے کھڑا تھا۔

میں نے کوشش کی کہ اپنے بیٹے اور زمین پر پڑی ہوئی لاشوں کے بیچ میں کھڑا ہوجاؤں تاکہ میرا بیٹا یہ دلخراش منظر نہ دیکھ سکے۔ لاش کے اردگرد پاسپورٹ، بٹوا اور سگریٹ کی ڈبیا بکھری پڑی تھی۔ یہ چیزیں دیکھ کر اندازہ ہوگیا کہ اس کے پاس قرآن کریم یا مسواک وغیرہ نہیں ہوگی۔ میں نے اس کے سر کی طرف غور سے دیکھا تو وہاں ایک کیسٹ زمین پر گری ہوئی تھی۔ کیسٹ اور سر کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ تھا۔ میں نے جھک کر کیسٹ کی عبارت پڑھنے کی کوشش کی تو دیکھا کہ اس کے بھیجے کا ایک حصہ کیسٹ کے اوپر گرا ہوا ہے۔ اس وجہ سے کیسٹ کی تحریر پڑھنا دوبھر تھا۔ میں نے ہمت کی۔ کیسٹ اٹھائی۔ ایک کنکر لیا اور اس کیسٹ پر پڑا ہوا مغز کا لوتھڑا صاف کردیا۔ اب معلوم ہوا کہ گیتوں بھری کیسٹ تھی۔ اس کا عنوان تھا: ''میں تیری محبت میں نغمہ سرا ہوں۔''

کیسٹ کا فیتہ باہر لٹک رہا تھا۔ یوں لگا جیسے وہ کسی چیز کے ساتھ اٹکا ہوا ہے۔ میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ یہ کس چیز سے اٹکا ہوا ہے۔ اچانک میری نظر کار کے ٹیپ ریکارڈر پر پڑی۔ وہ زمین پر گرا ہوا تھا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ حادثہ اس قدر شدت کا تھا کہ کار کا ٹیپ ریکارڈ بھی باہر نکل پڑا۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ کیسٹ اپنی جگہ سے نکلنے کی بعد زور سے زمین پر آپڑی اور پھر اس نوجوان کے سر کے پاس جاگری

جہاں اس کے بھیجے کا لوتھڑا اس کیسٹ پر عین اس جگہ آ گرا جہاں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ ''میں تیری محبت میں نغمہ سرا ہوں۔'' میں یہ عبرتناک منظر دیکھ کر لرز گیا۔ نجانے مرنے والا کس فنا پذیر ہستی کی یاد میں یہ کیسٹ سن رہا ہوگا۔ آہ! کاش ہم سب فانی ہستیوں کی محبت میں گم ہونے کے بجائے اس احسن الخالقین کی محبت میں کھو جائیں جس نے یہ کارخانۂ زندگی اور اس کی فنا پذیر ہستیوں کو پیدا فرمایا ہے۔ ہم سب آخرت کے دن اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے جس حالت میں ہم کو موت آئے گی۔

بہت سے لوگ ہمارے اردگرد جمع ہونے لگے۔ ہمارے پاس سے گزرنے والی گاڑیاں ہمارے پاس آ کر تھم گئیں۔ سب لوگ بڑے رنج و الم کے عالم میں اس حادثے کا لرزہ خیز منظر دیکھ رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایمبولینس آ گئی۔ ڈاکٹر نے جلدی سے ان دونوں کی لاشیں دیکھیں اور پھر انھیں سفید کپڑے میں لپیٹ دیا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ ان دونوں کی روحیں آسمان کی طرف محو پرواز ہیں۔

معلوم نہیں کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے ہوں گے تو ان کا پھلوں اور خوشبو سے استقبال کیا گیا ہوگا یا انھیں آسمان سے زمین کی پستی کی طرف

پھینک دیا گیا ہوگا۔ ایمبولینس کے ڈرائیور اور ان کے ساتھیوں نے ان دونوں کی لاشیں اٹھالیں۔ میں ان کی بکھری ہوئی چیزیں اکٹھی کرنے لگا۔ بٹوا، گھڑی اور کیمرے یہ سب چیزیں میں نے اپنے تھیلے میں ڈال لیں۔ اسی دوران ایک بند لفافہ میرے ہاتھ لگا۔ یہ لفافہ زمین پر گرنے کی وجہ سے ایک طرف سے پھٹ گیا تھا۔ اس پر لکھا تھا: ''یہ ابو محمد کے لیے ہے۔'' اس کے بعد ایک اور عبارت بھی لکھی ہوئی تھی۔ میں اسے نظر انداز کرتا ہوں کیونکہ وہ بتانا بے سود ہے۔ میں نے لفافہ میں جھانکا تو وہ تصویروں سے معمور تھا۔ میں نے یہ تصویریں نکالیں تو یہ پچاس برہنہ عورتوں کی تصویریں تھیں۔ میں نے کوشش کی کہ یہ تصویریں فوراً چھپاؤں تاکہ ان دونوں نوجوانوں کی جگ ہنسائی نہ ہونے پائے۔ اس سمے دفعتاً میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: ''آہ! گناہوں پر جری انسان کتنا نادان ہے۔

آہ! حشر کے ہجوم و ہیجان میں ان دونوں کا کیا بنے گا؟ جہاں پوری بنی نوع انسان موجود ہوگی۔ ہر شخص پر رب ذوالجلال کی فرمانروائی کا دبدبہ ہوگا۔ میزان عمل گاڑ دی جائے گی اور ہر فرد کا کھوٹ اور کھرا پن، نیکی اور بدی، اچھائی اور برائی

اُجاگر ہوکر سامنے آرہی ہوگی۔

اے رب کریم! ہمیں اپنی ستاری وغفاری کے پردے میں ڈھانپ لے۔ آخر ان نوجوانوں کا کیا حرج تھا کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے چند سیدھے سادھے سچے احکام مان لیتے۔ دن بھر میں پانچ نمازیں پڑھ لیتے۔ واجبات پورے کرنے کا اہتمام کرتے اور جن بری باتوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے انھیں چھوڑ دیتے؟

اللہ رب العزت کے اوامر ونواہی تھوڑے سے ہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ مبارک کے مطابق پورا کردے تو اس میں اس کا کیا نقصان ہے؟ اللہ کے بندوں پر بس یہی فرض لاگو ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بن جائیں اور دونوں جہانوں میں کامیابی اور سرفرازی کا تاج پہن لیں۔

زندگی کے آخری لمحوں میں انسان جو طرزِ عمل اختیار کرتا ہے وہ زندگی کا حاصل ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی میں خاتمہ بالخیر کی بڑی اہمیت ہے۔

زیر نظر کتاب میں چند اچھے اور برے افراد کے آخری لمحوں کی تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ یہ تصویریں ان افراد کے لاشعور کی عکاس ہیں۔

اس کتاب کا مطالعہ زندگی کے مسافر کو راہ زیست کے متعین کرنے میں مدد دے گا۔

9786035001021